# عمر عائشہ رضی اللہ عنہا

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

# حرف آغاز

پیغمبر اسلام ﷺ حسن خلق کا عظیم استعارہ اور چہار دانگ عالم میں رائج اخلاقیات کا اولین نمونہ ہیں۔ آپ اللہ کی وحی کے تابع اور پیامبر تھے، خرد کی بنجر زمینوں کو اسلام کے آبِ زلال سے سیرابی آپ نے دی، زمانے میں اخلاق کا تصور مفقود تھا، آپ نے اخلاقیات کا بیج بویا اور اسے تناور درخت بنا دیا، عقل سلیم رسول اللہ ﷺ کے ہر قول وفعل کی موید اور ممنون رہے گی۔

عقل آپ ﷺ کی سیرت پہ انگشت نمائی کرے تو جان لو کہ اب وہ سلیم نہ رہی، اسے شیطان کے حربوں نے ویران کر دیا، اس میں خیر کی کونپل پھوٹنے سے پہلے ہی مرجھا گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں تو ان کی عمر چھ سال تھی، رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔ جدید ذہن نکاح اور رخصتی کی اس عمر پہ معترض ہے۔

حالاں کہ اخلاقی، معاشرتی یا طبی کسی بھی راہ سے یہ اعتراض درست نہیں، اخلاق کا تعلق انسانی محسوسات سے ہوتا ہے اور یہ ہر انسان میں ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن مختلف معاشروں میں ان کے انطباق کی صورتیں وہاں کی آب و ہوا اور طرز معاشرت کے سبب بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً، ہمارے زمانے کے اخلاقی فریم میں اس نکاح کی صورت کچھ یوں اترے گی کی، نو برس کی ایک نابالغ بچی کی شادی پچاس برس کے انسان سے ہو گئی اور ہم اسے اخلاق سے ورے گردانیں گے۔

لیکن جب ہم اس فریم سے باہر کی دنیا میں دیکھتے ہیں تو منظر بدل جاتا ہے، کیوں کہ

نو سال کی عمر ہمیشہ بچپنے کی نہیں ہوتی ،بعض معاشروں میں یہ عمر بلوغ کی ہے۔

اس کا تعلق ماحول،معاشرت خوراک اور آب وہوا سے ہوتا ہے۔جدید سائنسی تحقیقات،مشاہدہ اوراستقراءنو سال کو بلوغت کی طبعی عمر قرار دیتے ہیں۔

جہاں کی آب وہوااورخوراک گرم ہوگی،وہاں بچے جلدی بالغ ہوں گے،عرب کا خطہ بالکل ایسا ہے،رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو کھنگالئے تو نو دس سال کی عمر میں شادی کا عام رواج نظر آتا ہے،اس سے معلوم ہوتا کہ وہاں نو سال کی عمر میں بلوغ ممکن وشائع تھا،اس لئے کسی کو اعتراض نہیں ہوا،اب آپ اس پر مزید قرائن ملاحظہ کریں:

۱ والدین کا کردار اولاد کے معاملے میں انتہائی حساس نوعیت کا ہوتا ہے، جب کہ یہ نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کی رضامندی بلکہ چاہت سے ہوا ہے۔

۲ دشمن کا کردار ایک حساس عضو کا سا ہوتا ہے،وہ آپ میں ذراسی اخلاقی خطا دیکھتا ہے تو اسے پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے۔

دشمن اس وقت بھی موجود تھے،اور وہ دشمن ٹھٹھہ مذاق میں آج کے معترضین سے بڑھے ہوئے تھے،چند دن تک وحی نہیں آتی تو وہ ایک طوفان بدتمیزی برپا کردیتے ہیں، اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا کی مقدس ذات پر کیچڑ اچھالے جاتے ہیں،منافقین کا شرانگیز ٹولہ ہر وقت ٹوہ میں رہتا ہے کہ کب کوئی اعتراض کی بات ملے اور کب ہم اسلام کو بدنام کرنے کا مقدس فرض نبھائے دیں،یہ کیسے ہوا کہ ایک نابالغ بچی نبی کریم ﷺ کے گھر میں آگئی اور انہوں نے اعتراض تک نہیں کیا؟ ظاہر ہے کہ تب عرب معاشرے میں یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی، بلکہ اسے بلوغ کی عمر تسلیم کیا جاتا تھا۔

۳ اس وقت کے مسلم معاشرہ نے اسے معیوب نہیں جانا۔

۴ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پہ معترض نہ ہوئیں، اگر یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ وہ بالغہ نہ تھیں، ماں باپ نے زیادتی کی، دشمن بھی اعتراض سے غافل رہا، اجتماعی ضمیر کو اس پہ خلش نہ اٹھی، تو کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اعتراض نہ کیا؟

۵ نو سال کی عمر والی بات ہر دور کے محدثین و مورخین لکھتے آئے ہیں، پچھلے چند عشروں سے پہلے کسی نے اس عمر کا انکار نہیں کیا، احادیث پہ خود محدثین کی طرف سے استدراکات ہوتے رہے، مخالفین نکتہ چینیاں کرتے رہے، تو کیوں اس عمر کا انکار نہ کسی اپنے نے کیا نہ کوئی غیر طعن دراز ہوا؟

ان قرائن پہ اگر تدبر کیجئے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی کہ اس عمر میں بلوغ ان وقتوں میں ممکن تھا، مستشرق اس بات کو یقیناً سمجھتا ہوگا، مگر اپنی عادت سے مجبور ہے اور ہم ٹھہرے مستشرقین کے دستر خوان کے جرعہ کش اور اپنی معاشرتی سطح سے اوپر سوچنے سے محروم، سو، ہم نے اس عمر کا ہی انکار کر دیا۔

ہمارے معاشرے میں جانے کب سے اور کہاں سے، واضح حقائق کو جھٹلانے کی ایک ہوا چل نکلی ہے، عام آدمی بیچارہ پریشان ہو جاتا کہ آخر اتنے سارے نظریات کے ہجوم سے کس طرح صحیح اور غلط کی نشاندہی کرے؟ تو ذیل میں اس مسئلہ کے حل کو چند بنیادی باتیں بتائی جاتی ہیں، تاکہ ان کی روشنی میں آپ اپنے لئے کسی راہ کا انتخاب کر سکیں۔

۱ احادیث رسول ﷺ کو محدثین نے ہم تک پہنچایا ہے، لہذا وہی جانتے ہیں کہ یہ بیان کرنے والا شخص کیسا تھا؟ معتبر یا غیر معتبر؟

۲ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق، قرون خیر کے لوگ علم، فہم اور تقوی میں بعد والوں سے فائق ہیں، تو ضروری ہے کہ شرع میں ان لوگوں سے رہنمائی لی جائے۔

۳ اسلام کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو چودہ سو سال پہلے کے نبوی معاشرے میں پوری آب وتاب کے ساتھ موجود تھی، یہ ممکن نہیں کہ اسلام کی اصل تعبیر رسول اللہ ﷺ سے اور امت کے اجماع سے مخفی رہ جائے۔

اگر یہ مفروضہ بہ ہزار حیرت مان لیا جائے کہ چودہ سو برس تک اسلام کی صحیح تعبیر مخفی رہی، اب کھل گئی ہے، تو یہ مفروضہ ماننے میں خطا کیا ہے کہ قرآن اب اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہا؟ سلف کا اجماع اسلام کی تعبیر میں خطا کرسکتا تو ظاہر ہے وہ اجماع قرآن پہنچانے میں بھی غلطی کا ارتکاب کرسکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ جس تعبیر کو ہم اس دور میں بیان کر رہے ہیں، اس کی صحت کو جانچنے اور پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟

عقل یا سائنس کو معیار مانیں گے؟ تو کیا کوئی ایسا طریقہ ایجاد ہو چکا جو رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردے؟ صرف قرآن کے ظاہری متن کو معیار مانیں گے؟ لیکن اس متن میں ایک ایک لفظ کے بیسیوں معانی میں سے کس معنی کو درست قرار دیں گے؟

اسلام کی ہزاروں نئی تعبیریں موجود ہیں، جن پر سلف کا پہرہ نہیں اب ان بھانت بھانت کی تعبیروں میں سے کون سی تعبیر اصل قرار پائے گی؟

دس تعبیروں میں اگر آپ ایک کو معتبر مانتے ہیں تو نو کو ٹھکرانے پر کوئی دلیل؟ اگر آپ کہیں کہ وہ عقل سے لگاؤ نہیں رکھتیں تو گزارش ہے کہ دوسری نو کو ماننے والے آپ کی تعبیر کو عقل کے خلاف کہتے ہیں، اب کیا کریں؟

اگر دس کی دس درست ہیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا، سب کو درست کہنے سے کیا نتیجہ نکلے گا، سوائے اس کے کہ عقل کو سمندر برد کردیں یا اسلام کو سلام کہہ دیں۔

ہم ان تمام امور پرغور وفکر اور تدبر کے بعد ،نصوص قرآن وسنت کے مطالعہ کے بعد یہی سمجھے ہیں کہ اسلاف کے فہم کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ،انہیں فیصل مان لیں اور اس کے بعد جدید دور کی ہر فکر کو اسلاف پر پیش کریں ،وہ پاس کریں تو درست ورنہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں،اسی میں بقا ہے،اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔

استاذ الحدیث ،غلام مصطفی ظہیر امن پوری
03005482125

# عمر عائشہ

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نو برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائیں، اس پر بعض تاریخی شبہات قائم کئے جاتے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو:

① نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر سولہ اور رخصتی کے وقت انیس سال تھی، جن روایات میں چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی کا ذکر ہے، ان سے دہائی ساقط ہوگئی ہے۔

**ازالہ**

دہائی ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا اس بے دلیل بنیاد پر متواتر روایات کو کیوں کر جھٹلایا جا سکتا ہے۔

② سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر سو سال تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے دس سال چھوٹی تھیں۔ سیدہ اسماء کی عمر ہجرت کے وقت ستائیس یا اٹھائیس سال تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سترہ یا اٹھارہ سال کی ہوں گی، آپ کی رخصتی دو ہجری میں ہوئی۔ لہٰذا نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر انیس سال تھی۔

**ازالہ**

یہ بات ثابت نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن اسماء سے دس سال چھوٹی تھیں، اس

بارے میں جو عبدالرحمٰن بن ابی زناد کا قول ہے (تاریخ دمشق: ۹/۷، ۸، الاستیعاب لابن عبد البر: ۲/۲۱٦)، وہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے سیدہ اسماء کا زمانہ نہیں پایا۔ درج ذیل حقائق پر غور کیجیے:

۱ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی۔ (الطبقات لابن سعد: ۸/۲۰۰، وسندہ حسن) اور سیدہ اسما نے سو سال عمر پائی۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: ۶۹/۲۷، سندہ حسن)

۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

یوں سیدہ اسماء کی عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۳۸ برس ہوئی۔ تو یقیناً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے بیس برس چھوٹی ہوں گی۔ اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دس برس چھوٹے ہونے کا دعویٰ غلط ٹھہرا۔

اب شادی کی عمر:

۱ ہجرت کے وقت سیدہ اسما کی عمر ۲۷ برس تھی۔

۲ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے بیس برس چھوٹی ہیں۔

اس حساب سے ہجرت کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات برس ہوئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سن ۲ھ کو ہوئی، یوں رخصتی کے وقت عمر ۹ سال ہوئی اور تین برس پہلے نکاح ہوا، یوں نکاح کے وقت عمر ٦ سال ہوئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا .

''نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا،اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی اور نو برس آپ ﷺ کی زوجیت میں رہی۔''

(صحيح البخاري : ٥١٣٣)

نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر انیس برس تھی تو نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت اٹھارہ برس کیسے؟ جب کہ نو برس آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گزارے ہیں؟

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال چھوٹی تھیں۔سیدہ فاطمہ کی وفات ۱۰ ہجری میں ہوئی۔وفات کے وقت عمر تیس یا پینتیس سال تھی۔اس طرح ہجرت کے وقت پندرہ یا بیس سال بنتی ہے۔دو سال بعد رخصتی ہوئی،تو اس وقت عمر سترہ یا بائیس سال ہو جاتی ہے۔

ازالہ

یہ کہنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال چھوٹی تھی، بے حقیقت ہے، جس پر کوئی ثابت دلیل موجود نہیں۔

④ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد بعثت نبوی سے پہلے پیدا ہوئی۔(تاریخ طبری:۳/۴۲۶)۔

ازالہ

۱۔ جھوٹ ہے، جو کلبی، واقدی اور نامعلوم لوگوں سے صادر ہوا ہے۔

۲۔ امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بعثت نبوی ﷺ کے بعد بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں اولاد ہوئی،ان میں محمد بن ابی بکر اور ام کلثوم رحمہما اللہ شامل ہیں۔

۳۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مال دیا اور کہا کہ میری

وفات کے بعد اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دینا۔ آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میری تو ایک ہی بہن ہے، دوسری کون؟ فرمایا:

ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ، أُرَاهَا جَارِيَةً .

''وہ جو بنت خارجہ کے بطن میں ہے، غالب گمان ہے کہ وہ بچی ہوگی۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٧٥٢/٢، السّنن الكبرٰى للبيهقي : ١٧٠/٦، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے دوسو سال بعد یہ روایت ہو بہو امام بخاری تک کیسے پہنچی، صرف زبانی یا کوئی تحریری ثبوت موجود تھا؟

ازالہ

١ یہ اعتراض صرف امام بخاری رحمہ اللہ پر کیوں؟ یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے کئی ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں اپنی سندوں سے ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو۔

مصنف ابن أبي شيبة : ٣٣٩٢٧، مسند الحميدي : ٢٣٣، سنن سعيد بن منصور : ٥١٥، مسند إسحاق بن راهويه : ٧٢١، ٧٢٢، مسند الإمام أحمد : ٥٤/٦، ٢٠٦ وغيره .

٢ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ بھی اپنی اپنی سند سے لائے ہیں۔ اس حدیث کے کسی راوی پر اعتراض کریں، امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کی کوئی ضرورت نہیں، ہم نے یہ آسانی کے لیے کہا ہے، ورنہ یہ روایت متواتر ہے اور متواتر کے رواۃ کی چھان پھٹک کی احتیاج نہیں ہوتی۔

⑥ صحیح بخاری (٣٨١٧) اور صحیح مسلم (٢٤٣٥) میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے نکاح سے تین سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، جب کہ صحیح بخاری

(۳۸۹۶) میں عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ، فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.

''ہجرت مدینہ سے تین سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم وپیش دو سال توقف کیا اور آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، نکاح کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی۔''

اعتراض یہ ہے کہ دو سال بعد چھ برس تھی اور تین سال بعد بھی چھ سال رہی؟

ازالہ

جس روایت میں ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے تین برس قبل ہوئی، وہ روایت صحیح ہے۔ لیکن دو سال رکے رہنے والی روایت:

۱ مرسل ہے اور صحیح بخاری کی صرف مرفوع متصل روایات ہی صحیح ہیں۔ مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

۲ اگر دوسری روایت کو صحیح مان لیا جائے، تب بھی کوئی تعارض نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نکاح کے وقت اپنی عمر چھ سال بیان کرتی ہیں، عروہ بھی چھ سال بیان کرتے ہیں، بقول سیدہ عائشہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی سے تین سال قبل ہوئی اور عروہ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی،

یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت کے بعد ہوا۔

اب عروہ بیان کرتے کہ سیدہ خدیجہ کی وفات کے دو سال بعد تک آپ نے کسی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا، تو یہ بھی انہوں نے درست کہا، دو سال بعد آپ نے سیدہ سودہ سے ازدواجی تعلق قائم کیا، شادی ان سے پہلے ہی ہو چکی تھی، اب ان میں تعارض کیا ہے؟

اس پر ایک اعتراض ہوسکتا کہ عروہ نے دو سال بعد نکاح کا ذکر کیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین سال بعد نکاح کا ذکر کیا، تو عرض ہے کہ دو سال بعد نکاح کا نہیں ازدواجی تعلق کا ذکر کیا، نکاح تو بعد میں ہوا جیسا کہ عروہ خود بتاتے ہیں۔

⑦ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب میں چھوٹی تھی اور کھیلتی تھی، اس زمانے میں سورت قمر کی آیت نمبر ۴۶ نازل ہوئی اور وہ مجھے یاد ہوگئی۔'' سورت قمر کا نزول سن ۵ نبوی میں ہوا، ظاہر ہے کہ سیدہ کو اتنی سمجھ تھی کہ وہ اس آیت کو یاد رکھ سکیں۔ اب اگر آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۱۰ یا ۱۲ یا ۱۳ نبوی میں ۶ برس کی عمر میں مانا جائے، تو لازم آتا ہے کہ سن ۵ نبوت کو آپ پیدا بھی نہیں ہوئی ہوں گی۔ پھر کون سی حدیث صحیح مانی جائے؟

ازالہ

۱ سورت قمر یا مذکورہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، جیسا کہ سیدہ عائشہ نے بیان کیا، لیکن سن ۵ نبوت کا تعین محتاج دلیل ہے۔ لہٰذا اس غیر ثابت تاریخ کی بنیاد پر تشکیک پیدا کرنا نامناسب ہے۔

۲ مذکورہ حدیث میں ہے کہ یہ آیت مکہ میں تب نازل ہوئی، جب میں چھوٹی تھی اور کھیلتی تھی۔ لیکن کسی حدیث میں ایسا بیان نہیں کہ آیت کے نزول کے وقت ہی میں

نے اسے یاد کرلیا تھا۔ لہٰذا اسی وقت یاد کرلیا کا کہنا حدیث میں اپنا معنی داخل کرنے کے مترادف ہے۔یعنی نہ تو ۵ نبوی کو سورت قمر کا نزول ثابت ہے، نہ اسی وقت اسے سیدہ کا یاد کر لینا ثابت ہے، جس بنیاد پر عمارت کھڑی کی وہ بنیاد ہی ضعیف ہے۔

⑧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب سے میں نے ہوش سنبھالا، اپنے والدین کو اسلام کا پابند پایا، کوئی دن ایسا نہ گزرتا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام دونوں وقت ہمارے یہاں نہ آتے۔'' (بخاری: ۳۹۰۵) ایک بچی تقریباً دس سال کی عمر میں ہوش سنبھالتی ہے، یوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح چھ برس کیسے؟

ازالہ

اعتراض کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱ عمر رشد (ہوش سنبھالنے کی عمر) کا تعین نہیں۔ یہ ہر بچے کی قابلیت پر موقوف ہے، کچھ بچے چار پانچ برس میں سمجھدار ہو جاتے ہیں اور کچھ ساری زندگی ناسمجھ ہی رہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی زیرک اور دانا کا چھوٹی عمر میں سمجھدار ہونا بعید نہیں۔

۲ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بتا رہی ہیں کہ میں سن شعور کو پہنچی تو دیکھا کہ میرے والدین پابند شرع ہیں، یہ نہیں بتا رہیں کہ میرے والدین میرے شعور کے سن میں ایمان لائے، ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔

۳ محدثین نے قبول روایت کی عمر پانچ سال بتائی ہے۔ تو سیدہ کی یادداشت اور سمجھداری پر اعتراض کیوں؟

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: میرے ایک استاذ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ (تاریخ بغداد ۱۰؍۳۷۶، ترجمہ، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمان بن احمد)

اس وقت بھی دنیا میں کتنے بچے ہیں، جو تین چار سال کی عمر میں حیران کن یادداشت رکھتے ہیں۔

⑨ ہشام بن عروہ ''مدلس'' ہیں۔

**ازالہ**

۱ ہشام بن عروہ کے ''ثقہ'' ہونے پر اجماع ہے، ان پر امام مالک کی جرح کا راوی ابنِ خراش خود ''ضعیف'' ہے، لہٰذا وہ قول ثابت نہیں۔ یہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں، جس قول (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص۱۰۴۔۱۰۵) کی وجہ سے ''مدلس'' کہا گیا ہے، وہ قول ضعیف ہے، اس کے راوی عبداللہ بن علی بن مدینی کی ''توثیق'' ثابت نہیں ہے۔

۲ صحیحین میں ''مدلسین'' کی روایات سماع پر محمول ہیں۔

۳ ہشام بن عروہ کی متابعت زہری، (صحیح مسلم: ۱۴۲۲) ابراہیم نخعی (صحیح مسلم: ۱۴۲۲) اور عبداللہ بن عروہ (صحیح مسلم: ۱۴۲۳) وغیرہ نے کی ہے۔

۴ اس روایت کی بہت ساری سندیں ہیں، جو درجہ تواتر تک پہنچتی ہیں، صرف ہشام پر اعتراض کیوں؟

اعتراض ''ہشام کا ۱۳۲ھ میں دماغ جواب دے گیا تھا، بلکہ حافظ عقیلی تو لکھتے ہیں:

قَدْ خَرِفَ فِي آخِرِ عُمُرِہٖ.

آخر عمر میں سٹھیا گئے تھے، تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ روایت سٹھیانے سے پہلے کی ہے؟''

**ازالہ**

۱ حافظ عقیلی رحمہ اللہ کا قول نہیں مل سکا۔

۲ متقدمین میں کسی نے ان پر اختلاط کا الزام نہیں لگایا، اختلاط ثابت ہو جائے تب بھی، بخاری و مسلم میں مختلطین کی روایات سماع پر محمول ہیں، حافظ نووی رحمہ اللہ ایک مختلط کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَمَا كَانَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْأَخْذِ عَنْهُ قَبْلَ اخْتِلَاطِهِ

''بخاری میں ان کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں۔''

(تهذيب الاسماء واللغات : ۲۲۱/۱)

۳ ہشام بن عروہ کی متابعت زہری، (صحیح مسلم:۱۴۲۲) ابراہیم نخعی (صحیح مسلم:۱۴۲۲) اور عبداللہ بن عروہ (صحیح مسلم:۱۴۲۳) وغیرہ نے کی ہے۔

۴ اس روایت کی بہت ساری سندیں ہیں، جو درجہ تواتر تک پہنچتی ہیں، صرف ہشام پر اعتراض کیوں؟

## تنبیہ

ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (م ۶۲۸ ھ) نے ہشام کو ''مختلط'' کہا ہے

(بيان الوهم والايهام : ٥٠٨/٤، ح : ٢٧٢٦)،

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَمْ نَرَ لَهُ فِي ذٰلِكَ سَلَفًا .

''سلف میں ان کا ہمنوا نظر نہیں آتا۔''

(تهذيب التهذيب : ٥١/١١)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهِشَامٌ ، فَلَمْ يَخْتَلِطْ قَطُّ ، هٰذَا أَمْرٌ مَّقْطُوعٌ بِهٖ .

''ہشام کبھی بھی مختلط نہیں ہوئے، یہ یقینی بات ہے۔''

(سیر اعلام النبلاء للذہبی : ٢٦/٦)

**نیز فرماتے ہیں:**

فَقَوْلُ ابْنِ الْقَطَّانِ : إِنَّهٗ مُخْتَلِطٌ ، قَوْلٌ مَّرْدُودٌ وَّمَرْذُولٌ ۔

**''ابن قطان کا انہیں مختلط قرار دینا مردود اور نا قابل التفات ہے۔''**

(سیر اعلام النّبلاء : ٣٦/٦)

**مزید فرماتے ہیں:**

وَلَا عِبْرَةَ .

''اس کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(میزان الاعتدال : ٣٠١/٤)

**معلوم ہوا کہ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ کی بات نا قابل التفات ہے۔**

# نابالغ بچی کا نکاح

کم سن بچی، جو عمر بلوغ کو نہ پہنچی ہو، باپ اس کا نکاح کر سکتا ہے۔اس پر قرآن و حدیث اور اجماع دلیل ہے۔

## قرآنی دلائل

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

آیت میں تین طرح کی عورتوں کا ذکر ہے۔

① عمر رسیدہ عورتیں، جو عمرِ یاس کو پہنچ چکی ہیں اور انہیں حیض آنا بند ہو گیا ہے۔

② نابالغ بچیاں، جنہیں حیض شروع نہیں ہوا۔

③ حاملہ خواتین۔

ان کی عدت تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔عدت کے بیان سے ثابت

ہوتا ہے کہ کم سنوں کا نکاح جائز ہے، اس لئے تو ان کی عدت بیان کی۔سید الفقہا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت پر یہ باب قائم کیا ہے:

بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ .

''چھوٹے بچوں اور بچیوں کے نکاح کا بیان۔''

(صحيح البخاري، قبل حديث : ٥١٣٣)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''ترجمۃ الباب میں لفظِ ولد جنس ہے، یہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں کو شامل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ﴿وَالَّلائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ میں اللہ نے نابالغ کی عدت تین ماہ بتائی ہے۔امام صاحب نابالغ کے نکاح کو جائز قرار دے رہے ہیں، ان کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے۔چوں کہ آیت میں یہ بیان نہیں کہ والد باکرہ کا نکاح کر سکتا ہے اور والد کے اس استحقاق کو اس دلیل سے ٹھکرایا جا سکتا ہے کہ نکاح میں اصل حرمت ہے، البتہ اس سے ہٹ کر دلیل مل جائے تو الگ بات ہے۔امام صاحب اس کی دلیل میں یہ حدیث لائے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تب اپنی بیٹی کا نکاح کیا، جب وہ نابالغ تھیں، لہٰذا حرمت کے قاعدے سے یہ چیز مستثنیٰ ہوئی، یہی راز ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث یہاں لانے کا۔''

(فتح الباري : ١٩٠/٩)

علامہ ابن ہمام (٧٩٠۔٨٦١ھ) لکھتے ہیں:

''ولی نابالغ بچے اور بچی کا نکاح کر سکتا ہے، اللہ (الطلاق :۴) نے نابالغ بچی

کی عدت بیان کی ہے اور عدت نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے۔
اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھ برس کی عمر میں شادی اس پر دلالت کرتی ہے کہ نابالغ بچی سے نکاح کیا جا سکتا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر والی حدیث متواتر ہے۔''

(فتح القدير : ٢٧٤/٣)

② فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيمًا﴾ (النّساء : ١٢٧)

''لوگ آپ سے عورتوں کی بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمہیں عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے، یتیم بچیوں کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔ تم ان سے نکاح میں رغبت تو رکھتے ہو، لیکن حق مہر پورا نہیں دیتے، یہ نصیحت کمزور و نادار بچوں کے متعلق بھی ہے، یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف برتنا اور یاد رکھنا کہ اللہ تمہارے نیک اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۃ النساء:٣) کے متعلق پوچھا، فرمانے لگی:

بھانجے! ایک بچی اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے، اس کے پاس مال بھی ہوتا ہے، ولی اس کے مال اور اس کے حسن کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور پورا حق مہر ادا کئے بغیر اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، اس آیت میں اس قبیل کے لوگوں کو ممانعت کی گئی ہے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کرنا ہے تو حق مہر معاشرے کے مطابق جتنا بنتا ہے، پورا دیں۔ یا پھر کسی اور سے شادی کر لیں ان سے نہ کریں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ مانگا، تو (سورۃ النساء: ۱۲۷) نازل ہوگئی۔ اس آیت میں ''مایتلی'' سے مراد پہلے والی (النساء: ۳) آیت مراد ہے۔ دوسری (النساء: ۱۲۷) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ یتیم بچی جب کم مال اور کم جمال والی ہوتی، تو اس سے نکاح کرنے میں بے رغبتی کرتے۔ لہٰذا حکم ہوا کہ جیسے تم مال و جمال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے، ایسے ہی اگر انصاف نہیں کر سکتے تو جن یتیم بچیوں کے مال و جمال میں تمہیں رغبت ہو، ان سے بھی نکاح نہ کرو۔''

(صحيح البخاري : ٢٤٩٤)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ باپ کے علاوہ دوسرے سرپرست بھی نابالغ کنواری یا شوہر دیدہ بچی کا نکاح کر سکتے ہیں، حقیقی یتیم تو نابالغ بچی ہی ہوتی ہے، جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ اس سے شادی کی جا سکتی ہے، عدم جواز کے دعوے پر

کوئی دلیل نہیں۔''

(فتح الباري : ١٩٧/٩)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْيَتِيمَةَ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، وَلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، فَدَلَّ ذَالِكَ عَلٰى جَوَازِ نِكَاحِ الْيَتِيمَةِ قَبْلَ الْبُلُوغِ، وَهٰذَا مَذْهَبُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَعَلَيْهِ يَدُلُّ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ .

''نابالغ یتیم بچی سے اس کے رشتے کے معاملے میں مشورہ لیا جائے گا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ بلوغت کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا کہ قبل از بلوغ یتیم بچی کا نکاح جائز ہے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : ٩١/٥)

## تنبیہات

① یتیمہ کی جمع یتامیٰ ہے، یتیمہ اس بچی کو کہا جاتا ہے، جس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا باپ فوت ہو جائے۔

سیدنا حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا يُتْمَ عَلٰى جَارِيَةٍ إِذَا هِيَ حَاضَتْ .

''بچہ احتلام کے بعد اور بچی حیض کے بعد یتیم نہیں رہتے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : ١٤/٤، ح : ٣٥٠٢، النفقة على العيال لابن أبي الدنيا :

٦٣٤، سندہٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر :۳/۱۱۰) نے سند کو ''لا باس بہ'' کہا ہے۔

لیکن مجازا یہ لفظ بلوغت کے بعد بھی بول دیا جاتا ہے۔جیسا کہ (سورۃ النساء:۲) میں بولا گیا ہے۔

اس آیت میں یتیمہ سے مراد نابالغ بچی ہے، وہ جس کا باپ فوت ہو چکا ہے، بالغ عورت مراد نہیں، یتیمہ سے بالغ عورت مراد لینا بلا دلیل ہے، کیوں کہ حقیقت کو مجاز پر محمول کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی۔

② یہاں بالغ عورت مراد لینے کے لئے لفظ ''نساء'' سے استدلال کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ نساء کا لفظ بالغ عورت پر بولا جاتا ہے، لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں، کیوں کہ اس لفظ کا اطلاق نابالغ بچیوں پر بھی کیا گیا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُم﴾ (البقرة : ٤٩)

''آل فرعون تمہارے بچوں کو ذبح کر دیتے تھے اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔''

لامحالہ یہاں ''نساء'' سے مراد بالغ عورتیں نہیں، دودھ پینے والی بچیاں ہیں۔لہٰذا نابالغ بچیوں پر ''نساء'' کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔

③ جنسِ نساء میں بچیاں بھی داخل ہوتی ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء : ٢٢)

''ان خواتین سے شادی نہ کرو، جن سے آپ کے والد نے شادی کر رکھی ہو۔''

نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (النساء : ۲۳)

''اپنی ساس سے نکاح نہ کرو۔''

دونوں آیات میں ''نساء'' کا لفظ نابالغ بچی کو بھی شامل ہے، اگر کوئی شخص نابالغ بچی سے شادی کرتا ہے، تو بلا اختلاف بچی کی ماں اس کے لیے محرماتِ ابدیہ سے ہوگی۔

④ یتیم بچی اگر بلوغت کے قریب ہو تو اس سے مشورہ لیا جائے، اگر اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا گیا ہو تو اس کی رضا پوچھی جائے گی، وہ راضی ہوئی تو نکاح معتبر ورنہ نکاح ختم ہو جائے گا۔ جن احادیث میں یتیمہ سے مشورہ لینے کا کہا گیا ہے، وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اپنی یتیم بیٹی کا وصی اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو بنایا۔ یہ دونوں بھائی میرے (ابن عمر) ماموں ہیں۔ میں نے اپنے ماموں قدامہ کو اس یتیم بچی کے رشتے کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے اس سے میرا نکاح کر دیا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بچی کی ماں کے پاس آئے اور مال کا لالچ دیا، ماں ان کی باتوں میں آگئی اور لڑکی ماں کے کہے پر مائل ہوگئی، سو، انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ معاملہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں آیا۔ قدامہ بن مظعون کہنے لگے: اللہ کے رسول! یہ لڑکی میری بھتیجی ہے، اس کے باپ نے مجھے اس کا ولی بنایا ہے اور میں اسے عبداللہ بن عمر کے نکاح میں دیتا ہوں۔ میں نے اس کی پرورش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، لیکن ہے تو یہ عورت، اپنی ماں کی باتوں میں آکر شادی سے انکار کر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ یتیم بچی ہے، نکاح میں اسی کی مرضی چلے گی۔ واللہ! وہ نکاح کے بعد مجھ سے

چھین لی گئی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی گئی۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٣٠/٢، سنن الدار قطني : ٢٣٠/٣، السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٢٠/٧، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱۶۷/۲) نے اس حدیث کو''امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

«وَالْيَتِيمَةُ» يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ نِكَاحِ الْيَتِيمَةِ بِالِاسْتِئْذَانِ قَبْلَ الْبُلُوغِ.

''لفظِ یتیمہ، دلالت کناں ہے کہ نابالغ یتیم بچی کا نکاح کرنے سے پہلے اس کی اجازت لی جائے گی۔''

(حاشية السندهي على النسائي : ٨٤/٦)

④ بلوغ سے پہلے نکاح کے عدم جواز پر اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾(النساء : ٦)

''یتیم بچیوں کی جانچ کرتے رہو، جب تک کہ وہ بالغ نہیں ہو جاتیں اور جب محسوس کرو کہ وہ معاملہ شناس ہوگئی ہیں تو ان کا مال ان کے سپرد کردو۔''

کہتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کا لفظ شادی کے معنی میں ہے، یعنی اس وقت تک مال نہیں دینا جب تک وہ شادی کی عمر کو نہ پہنچ جائیں اور مال بلوغت کے بعد دیا جاتا ہے، لہٰذا شادی بھی بلوغت کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ قرآن میں لفظِ نکاح کئی معانی کے لئے آیا ہے، اس آیت میں یہ لفظ بلوغت کے معنی میں ہے۔ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (م: ۷۹۴ھ) اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ (م: ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

وَكُلُّ نِكَاحٍ فِيهِ تَزَوُّجٌ إِلَّا ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ فَهُوَ الْحُلُمُ.

''لفظ نکاح سے مراد ہمیشہ نکاح ہوتا ہے، سوائے اس آیت کے:

﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾، یہاں بلوغت کے معنی میں ہے۔''

(البرهان في علوم القران: ۱۰۹/۱، الإتقان في علوم القران: ۱۵۹/۲)

دوسرے یہ کہ قرآن وحدیث اور اجماعِ امت میں نکاح کے لیے بلوغت شرط نہیں۔ نیز یہ آیت مجمل ہے، اس کی مراد دوسری آیاتِ قرآنیہ اور احادیث سے واضح ہوگی۔

③ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾(النساء: ۳)

''اگر اندیشہ ہو کہ آپ یتیم اور نابالغ بچیوں میں عدل نہیں کر پاؤ گے، تو کہیں اور پسند کی شادی کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کر سکتے ہو، البتہ ایک سے سے زائد بیویوں میں عدل نہ کرسکو، تو صرف ایک شادی کرو، یا پھر لونڈی رکھ لو، یہ بے اعتدالی سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔''

علامہ ابن ہمام (م: ۸۶۱ھ) کہتے ہیں:

مَنَعَ مِنْ نِكَاحِهِنَّ عِنْدَ خَوْفِ عَدَمِ الْعَدْلِ فِيهِنَّ، وَهٰذَا فَرْعُ جَوَازِ نِكَاحِهَا عِنْدَ عَدَمِ الْخَوْفِ، وَلَا يُقَالُ ذَالِكَ بِمَفْهُومِ الشَّرْطِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ جَوَازُ نِكَاحِ غَيْرِ الْمُحَرَّمَاتِ مُطْلَقًا، فَمُنِعَ مِنْ هٰذِهٖ عِنْدَ خَوْفِ عَدَمِ الْعَدْلِ فِيهِنَّ، فَعِنْدَ عَدَمِهٖ يَثْبُتُ الْجَوَازُ بِالْأَصْلِ الْمُمَهَّدِ لَا مُضَافًا إِلَى الشَّرْطِ، وَيُصَرِّحُ بِجَوَازِ نِكَاحِهَا قَوْلُ عَائِشَةَ : إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَتِيمَةٍ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا .

''یتیم بچی سے نکاح اس صورت میں ممنوع ہے، جب آپ عدل نہ کر سکتے ہوں، اگر یہ خدشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ غیر محرم سے مطلقا بغیر کسی شرط کے نکاح جائز ہے، لیکن جب ناانصافی کا اندیشہ ہو تو منع ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں صراحت موجود ہے کہ یہ آیت اس یتیم بچی کی بارے میں نازل ہوئی، جو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہے۔''

(فتح القدير : ٢٧٥/٣)

**احادیث رسول ﷺ**

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهٗ تِسْعًا .

''نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہوا، تو میں چھ سال کی بچی تھی، رخصتی ہوئی، تو نو

سال کی تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ میں نے نو سال گزارے۔''

(صحيح البخاري : ۵۱۳۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ، وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ، وَلُعَبُهَا مَعَهَا، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ.

''نبی کریم ﷺ نے مجھ نکاح کیا، تو میری عمر سات برس تھی، رخصتی کے وقت عمر نو سال تھی، میں کھلونے بھی ساتھ ہی لے آئی تھی۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت میری عمر اٹھارہ برس تھی۔''

(صحيح مسلم : ۷۱/۱۴۲۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ، وَبَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ.

''رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے وقت میری عمر چھ سال تھی، رخصتی کے وقت نو سال اور آپ کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔''

(صحيح مسلم : ۷۲/۱۴۲۲)

علامہ عینی حنفی (م:۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وَحَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَشْهُورٌ وَّقَرِيبٌ إِلَى

التَّوَاتُرِ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث متواتر کی حد تک مشہور ہے۔''

(البِناية في شرح الهداية : ٩٠/٥)

ملا علی قاری حنفی (1014ھ) نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(مرقاة شرح مشكوة:206/5)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٣١۔٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهَا فِي رِوَايَةٍ تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ وَفِي أَكْثَرِ الرِّوَايَاتِ بِنْتُ سِتٍّ فَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا أَنَّهُ كَانَ لَهَا سِتٌّ وَّكَسْرٌ فَفِي رِوَايَةٍ اقْتَصَرَتْ عَلَى السِّنِينَ وَفِي رِوَايَةٍ عَدَّتِ السَّنَةَ الَّتِي دَخَلَتْ فِيهَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''ایک روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نکاح کے وقت ان کی عمر سات سال تھی، جب کہ دوسری میں چھ کا ذکر ہے۔ تطبیق یوں ہوگی کہ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال مکمل اور کچھ ماہ تھی۔ ایک روایت میں صرف سالوں کے ذکر پر اکتفا کیا اور دوسری میں اسے بھی علیحدہ سال تصور کرلیا، جس میں داخل ہوچکی تھیں۔ واللہ اعلم!''

(شرح النَوَوِي : ٢٠٧/٩)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٧٧٣۔٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ، وَقِيلَ : سَبْعٍ، وَيُجْمَعُ بِأَنَّهَا كَانَتْ أَكْمَلَتِ

السَّادِسَةَ وَدَخَلَتْ فِي السَّابِعَةِ، وَدَخَلَ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ .

''درست یہی ہے نبی کریم ﷺ نے نکاح کے وقت سیدہ کی عمر چھ برس تھی، دوسری روایت کے مطابق سات برس تھی۔تطبیق یہ ہے کہ نکاح کے وقت آپ عمر کا چھٹا سال گزار کر ساتویں میں داخل ہو چکی تھیں اور رخصتی کے وقت عمر کی نو بہاریں دیکھ چکی تھیں۔''

(الإصابة في تمييز الصحابة : ٢٨٢/٨)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿لَمَّا تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَالَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ الْأَوْقَصِ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَذٰلِكَ بِمَكَّةَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا تَزَوَّجُ؟، قَالَ : مَنْ؟ ، قَالَتْ : إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا، قَالَ : فَمَنِ الْبِكْرُ؟، قَالَتْ : ابْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ : وَمَنِ الثَّيِّبُ؟، قَالَتْ : سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ آمَنَتْ بِكَ وَاتَّبَعَتْكَ عَلٰى مَا أَنْتَ عَلَيْهِ، قَالَ : فَاذْهَبِي فَاذْكُرِيهِمَا عَلَيَّ فَجَاءَتْ فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ فَوَجَدَتْ أُمَّ رُومَانَ أُمَّ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ : يَا أُمَّ رُومَانَ مَاذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطِبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَتْ : وَدِدْتُ انْتَظِرِي أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهٗ آتٍ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَتْ : يَا أَبَا بَكْرٍ مَاذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطِبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَ : هَلْ تَصْلُحُ لَهٗ وَإِنَّمَا هِيَ بِنْتُ أَخِيهِ، فَرَجَّعَنِي إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ، فَقَالَ : ارْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهٗ : أَنْتَ أَخِي فِي الْإِسْلَامِ، وَأَنَا أَخُوكَ وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِي، فَأَتَتْ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ لِخَوْلَةَ : ادْعِي لِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَأَنْكَحَهٗ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ .

''سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکی دور کی بات ہے، عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اللہ کے رسول! شادی کرنا چاہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس سے؟ کہنی لگی: کنواری سے کرنی ہے، تب آپ کی مرضی، شوہر دیدہ سے کرنی ہے، تب آپ کی مرضی۔ فرمایا: کنواری کون ہے؟ کہنی لگی: یہ اس کی بیٹی ہے، جس سے آپ کو سب سے زیادہ لگاؤ ہے۔ میری مراد: ابوبکر کی بیٹی عائشہ! فرمایا: اور شوہر دیدہ؟ کہا: سودہ بنت زمعہ، اچھی بھلی مؤمنہ اور باشرع خاتون ہے۔ فرمایا: جائیں، دونوں سے میرا ذکر کریں۔ خولہ گئیں اور پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئی۔ میری ماں ام رومان سے ملاقات کی اور کہا: آپ کی تو اللہ نے سن لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عائشہ کے لیے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ میری امی جان فرمانے لگی: میرا خیال ہے، آپ ذرا رکیے، ابوبکر آتے ہی ہوں گے۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ خولہ کہنی لگی: آپ پر تو اللہ کی رحمت ہو گئی ہے، اللہ کے رسول نے مجھے اپنے لیے عائشہ کا رشتہ لینے کے لیے بھیجا ہے۔ ابو جی فرمانے لگے: وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہیں، نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ خولہ کہتی ہیں: یہ کہہ کر مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واپس بھیج دیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری بات من وعن کہہ

دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں جا کر کہیے کہ ہم ایک دوسرے کے اسلامی بھائی ہیں، لہٰذا عائشہ سے نکاح ہوسکتا ہے۔ خولہ نے ابو جی کو ساری بات بتا دی، تو ابو جی فرمانے لگے: رسول اللہ ﷺ کو کہیے کہ تشریف لے آئیں، آپ ﷺ آئے اور ابو جی نے میرے نکاح کر دیا۔ اس وقت میری عمر کوئی چھ برس تھی۔''

(المعجم الكبير للطبراني : ٢٣/٢٣، ح : ٥٧، مسند الإمام أحمد : ٦/٢١٠، سندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (٣/٧٤) نے اسے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ٧/٢٢٥) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا .

''نبی کریم ﷺ نے ان سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، نو برس آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں۔''

(صحيح البخاري : ٥١٣٣)

④ مسند ابی یعلی: ٣٠٤٧٦، المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٣/٢٣، وسندہ حسن

⑤ سنن النسائی: ٣٣٧٩، وسندہ حسن

⑥ السنن الکبریٰ للنسائی: ٥٣٤٥، وسندہ حسن

## اجماعِ امت:

**حافظ ابن المنذر رحمہ اللہ (۲۴۲۔۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ.

**''تمام معتبر اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے۔''**

(المغني لابن قدامة المقدسي: ۳۷۹/۷)

**شارحِ بخاری مہلب بن احمد بن ابوصفرہ اندلسی (م:۴۳۵ھ) فرماتے ہیں:**

أَجْمَعُوا أَنَّهُ يَجُوزُ لِلْأَبِ تَزْوِيجُ ابْنَتِهِ الصَّغِيرَةِ الْبِكْرِ وَلَوْ كَانَتْ لَا يُوطَأُ مِثْلُهَا.

**''علماء کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، گو وہ جماع کے قابل نہ ہو۔''**(فتح الباري لابن حجر: ۱۹۰/۹)

**علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (م:۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:**

يَجُوزُ تَزْوِيجُ الصَّغِيرَةِ بِالْكَبِيرِ إِجْمَاعًا وَّلَوْ كَانَتْ فِي الْمَهْدِ لَكِنْ لَا يُمَكَّنُ مِنْهَا حَتّٰى تَصْلُحَ لِلْوَطْءِ.

**''نابالغ بچی کا بالغ مرد سے نکاح بالا جماع جائز ہے، گو وہ ابھی پنگھوڑے میں ہی ہو، لیکن خلوت اس وقت اختیار کرے گا، جب جماع کے قابل ہو جائے۔''**

(فتح الباري لابن حجر: ۱۲٤/۹)

**حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٣١۔٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:**

وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ تَزْوِيجِهِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ.

''اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نابالغ بچی کی شادی کرنا جائز ہے۔''(شرح النووي : ٢٠٦/٩)

اجماعِ امت کے خلاف کوئی دلیل مسموع نہیں ہوتی، اہل حق کا اجماع و اتفاق حق ہے۔حق،حق کا معارض ومخالف نہیں ہوسکتا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں،تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے،ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے،ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد اسی وقت حاصل ہوں، بہر صورت نکاح کارِ خیر ہے۔

عقل ونقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت اس وقت کی جائے گی، جب وہ اس کی اہل ہوجائے۔شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے،بعض لوگ قبل از بلوغ تو کجا، بعد از بلوغت بھی نکاح سے روکتے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں، جن کی عقل ونقل سے تائید نہیں ہوتی ،بل کہ یہ شریعت سازی ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی جلدی شادی کرکے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآں ہوں، تاخیر سے شادی کرنا کئی پریشانیوں کا پیش خیمہ ہے اور انسانی صحت کے لیے انتہائی ناموزوں بھی ہے۔